’’آر ایس ایس‘‘ اور ’’بھاجپا‘‘ کی نظریاتی ہم آہنگی

یٰسٓ اختر مصباحی
دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

مئی ۲۰۰۴ء کی مطبوعہ تحریر

بھاجپا (بھارتیہ جنتا پارٹی) شروع ہی سے مسلمانوں کو، دعوت دیتی رہی ہے کہ:

وہ، ہمارے قریب آکر، دیکھیں، پرکھیں۔ ہم، مسلم دشمن اور فرقہ پرست نہیں ہیں۔

ہم، ہر ہندوستانی کو، برابر کا شہری سمجھتے ہیں۔

کسی کے ساتھ، تعصّب و جانب داری اور بھید بھاؤ، نہیں کرتے ہیں۔

ہم، پورے ہندوستان اور سارے ہندوستانیوں کی ترقی وخوش حالی کے خواہاں، اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ، وہ، ہمارے کاندھے سے کاندھا مِلا کر، چلیں اور ہماری مدد کریں۔ ہمیں، اچھوت نہ سمجھیں، اور نام نہاد سیکولر پارٹیوں نے ہمارے خلاف، جو، غلط پروپیگنڈہ، کر رکھا ہے، اُس کے شکار، نہ ہوں۔

سیکولرازم کے نام پر، ہم قوم وملک کو، دھوکہ نہیں دیتے ہیں۔ مسلمان، سیکولر پارٹیوں کے بہکاوے میں، نہ آئیں۔‘‘

چند سال پہلے، جب، شری، بنگارو لکشمن، بھاجپا کے صدر، منتخب ہوئے تھے

تو، انھوں نے بڑے زور وشور کے ساتھ، اپنی، اِس مُہم کا آغاز کیا تھا۔

اور مسلمانوں کو، بھاجپا کے قریب، لانے کی کوشش کی تھی۔

آج کل، شری، ونکیا نائیڈو، صدرِ بھاجپا بھی، کچھ اِحتیاط کے ساتھ، یہی کام کر رہے ہیں۔

انھوں نے بھاجپا کے اقلیتی سیل کی طرف سے، دہلی میں ایک کانفرنس بھی منعقد کی تھی۔

اور مسلمانوں کو، بھاجپا کا پیغام، دیا تھا۔

نئی دہلی میں، ۲۵ رفروری ۲۰۰۴ء کو، ایک ’’**اقلیتی ترقیاتی کانفرنس**‘‘، بھاجپا نے بڑی تیاری کے ساتھ کی جس میں مسلمانوں کی، اچھی خاصی بھیڑ تھی۔

وزیر اعظم، شری، اٹل بہاری واجپئی، وصدرِ بھاجپا، شری، ونکیا نائیڈو، اور مرکزی وزیر خزانہ شری، جسونت سنگھ، وغیرہ نے اس کانفرنس کو، خطاب کیا۔

شری، واجپئی (وزیر اعظم) نے اپنی تقریر کے دَوران کہا کہ:

ہم، آپ کو دعوت دیتے ہیں۔ آیئے اور مل بیٹھ کر، مسائل پر، گفتگو اور بحث کر لیجیے۔

کوئی، ایسا مسئلہ نہیں، جو بات چیت سے حل، نہ ہو سکے۔ ہم، سب کی ترقی وخوش حالی چاہتے ہیں۔‘‘

صدرِ بھاجپا، شری، ونکیا نائیڈو نے کہا کہ:

آپ، بھاجپا میں آئیں کہ نہ آئیں، یہ فیصلہ، ہم، آپ پر چھوڑتے ہیں۔

مگر، واجپئی جی کو، ووٹ دیجیے اور انھیں، دوبارہ، اِقتدار کی کرسی پر، بٹھایئے۔‘‘

اسی انداز کی تقریر، دوسرے مقررینِ کانفرنس نے بھی کی۔

این، ڈی، اے (نیشنل ڈیموکریٹک اَلائنس) گورنمنٹ کے، مرکزی وزیر زراعت، چودھری، اجیت سنگھ (آنجہانی، چودھری، چرن سنگھ، سابق وزیر اعظمِ ہند کے بیٹے) جو، اس سے مستعفی ہو چکے ہیں

وہ، اس ’’**اقلیتی ترقیاتی کانفرنس**‘‘ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

’’آج، بھاجپا، اِقتدار میں ہے۔ وزیر اعظم، بھاجپا کا ہے۔ این، ڈی، اے کی حمایت، اسے حاصل ہے۔

مگر، پردہ کے پیچھے، کنٹرول، آر، ایس، ایس کے ہاتھ میں ہے۔

اور آپ، سن لیجیے کہ: آر، ایس، ایس کے فکر و نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔‘‘

(ہفت روزہ ’’نئی دنیا‘‘، نئی دہلی۔ شمارہ ۷ رتا ۱۳ر مارچ ۲۰۰۴ء)

بھاجپائی لیڈر، یہ بیان بھی، عام طور پر، دیتے رہتے ہیں کہ:

مسلمان، ہمارے پاس، آرہے ہیں۔

اور ان کا، یہ بیان، ان کی، ’’پروپیگنڈہ پالیسی‘‘ کا ایک حصہ ہے۔

کسی حکمراں پارٹی، یا۔ لیڈر کے پاس، کسی خاص مقصد ومصلحت، کسی قومی، یا۔ نجی کام سے جانا کوئی معیوب بات نہیں۔

اور بوقتِ ضرورت، ایسے لوگوں کے پاس، کسی کو بھی، جانا پڑتا ہے، یا۔ جانا پڑسکتا ہے۔

اگر، جانے کا یہی مطلب ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن، اگر، جانے کا، یہ مطلب ہے کہ:

کسی حیلے بہانے سے، ان کی حمایت کرنے

یا۔ ان کی پارٹی میں شامل ہونے، یا کسی تدبیر وترکیب سے مسلم سماج میں اس کی گُھس پیٹھ کا راستہ ہموار کرنے جا رہے ہیں تو، یہ، بالکل، غلط، بلکہ خلافِ واقعہ، بات ہے۔

اور جن سنگھ سے بھاجپا تک، اس جھوٹ کا، سنگھ پریوار نے، ہمیشہ، غیر اَخلاقی سہارا، لیا ہے۔

۱۹۶۹ء یا ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ ریلوے گراؤنڈ، مئو ناتھ بھنجن (صوبہ اتر پردیش) میں، جن سنگھ کا ایک بہت، بڑا جلسہ ہوا تھا۔ اس کے خصوصی مقرر، شری، **اٹل بہاری، واجپئی** اور شری، **بلراج مدھوک** تھے۔

اس جلسہ کے اناؤنسر نے اعلان کیا کہ:

مسلمان، اب، تیزی کے ساتھ، جن سنگھ میں، شامل، ہورہے ہیں۔''

اس کے بعد، ایک گمنام مسلمان کو، بحیثیتِ مقرر، پیش کیا گیا اور اس نے جن سنگھ حامی، تقریر کی۔

جلسہ گاہ کے ایک کنارے، کھڑا ہو کر، میں بھی، یہ سب کچھ، دیکھ سن رہا تھا۔

میں نے تحقیق، شروع کی کہ: یہ مسلمان، کون ہے؟ تو معلوم ہوا کہ:

قریب کے قصبہ، گھوسی (ضلع اعظم گڑھ) کے، ایک شیعہ، اور جن سنگھ کے مقامی وَرکر ہیں۔

لکھنؤ میں، شیعہ سنّی کشیدگی (اور یہ سوچ کر کہ کانگریس پارٹی میں، سنّی مسلمان، حاوی و غالب ہیں)

کی وجہ سے، **بہت سارے شیعہ، جن سنگھ میں، شامل ہو گئے تھے۔**

اسی طرح، کانگریس سے، کچھ ناراضی اور مایوسی کے نتیجے میں

پرانی دہلی کے کچھ مقامی مسلم لیڈر اور وَرکر بھی جن سنگھ میں شامل ہو گئے تھے۔

لیکن، آج تک، جن سنگھ، یا۔ بھاجپا کو، کبھی بھی، پورے ملک کے مسلمانوں کا

ایک فی صد بھی ووٹ، نہیں مل سکا ہے۔

کئی سال پہلے، میں نے ایک ہندی اخبار میں، شری، اٹل بہاری، واجپئی کا

ایک بیان پڑھا جس میں، انھوں نے جن سنگھ کی تشکیل کا سبب بتاتے ہوئے کہا ہے کہ:

جنوری ۱۹۴۸ء میں، جب، گاندھی جی کو، برلا مندر، نئی دہلی میں گولی، ماردی گئی تھی

تو، آر، ایس، ایس کے خلاف، پورے ملک میں نفرت کا ماحول، پیدا ہو گیا

اور اُس وقت کی نہرو حکومت کے مرکزی وزیر داخلہ، شری، ولبھ بھائی پٹیل نے آر، ایس، ایس پر

پابندی عائد کردی۔

پارلیمنٹ میں، آر، ایس، ایس کے خلاف، طرح طرح کی باتیں، ہوا کرتی تھیں۔

اُس وقت، آر، ایس، ایس کے ذِمّہ داروں نے صلاح ومشورہ کر کے، فیصلہ کیا کہ:

اب، سیاسی طاقت، حاصل کرنا، بہت ضروری ہے۔

اور اس کے لئے ایک سیاسی پارٹی، بنانی ہی پڑے گی۔ جو، پارلیمنٹ اور سیاسی حلقوں میں

آر، ایس، ایس نظریات کی حمایت کرے اور اس پر، ہونے والے حملوں کا، دِفاع بھی کر سکے۔

چنانچہ، اِسی خیال ونظریہ کے تحت، شیاما پرشاد مکھرجی نے ۱۹۵۱ء میں، جن سنگھ کی تشکیل کی۔

جس نے ۱۹۵۲ء کے پہلے پارلیمانی الیکشن میں حصہ لیا۔ اور رفتہ رفتہ، اس کی طاقت، بڑھتی چلی گئی۔''

جن سنگھ اور بھاجپا سے مسلمان، قومی و اجتماعی حیثیت سے ہمیشہ، دور، رہے۔

کہیں کہیں، اپنے نجی مفاد وضرورت، یا۔ مقامی مفاد وضرورت ومجبوری کے تحت

کچھ مسلمان، اس کے ساتھ ہو گئے۔

اور اسے، ووٹ دے دیا، تو، یہ، کوئی قابلِ ذکر، بات نہیں۔

جن سنگھ اور پھر، بھاجپا کے لئے مسلم ووٹ کی اپیل محض، ایک نمائش اور سیاسی حربہ ہے۔

جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ مسلمان اور بھاجپا، دونوں، اِس حقیقت کو

خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور، اسی کے مطابق، یہ دونوں فریق، عمل بھی کرتے ہیں۔

آر، ایس، ایس، اپنے بنیادی نظریہ کے مطابق، **مسلمانوں کو، غیر ملکی قوم اور نمبر دو کا شہری سمجھتی ہے۔**

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، نفرت پھیلاتے رہنا، اس کی نظریاتی بنیاد ہے۔

اور انہیں، مطعون و مجروح کرتے رہنا، اُس کی مستقل پالیسی اور اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔

جسے یقین، نہ آئے، وہ، ڈاکٹر، ہیڈ گوار، اور، ویر ساوَرکر، اور شری، گولوالکر

جیسے علَم بَرداران ''ہندتوا'' کی مطبوعہ کتابیں اور تحریریں، پڑھ لے۔

اور، اگر، آسانی سے، نہ مل سکیں، تو، نئی دہلی سے شائع ہونے والے، آر ایس ایس ترجمان

ہفت روزہ (ہندی) **''پنچ جنیہ''** اور ہفت روزہ (انگریزی) **''آرگنائزر''** کا مطالعہ کرلے۔

خود بخود، سمجھ میں آ جائے گا کہ:

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، زہریلے خیالات ونظریات کی اِشاعت کو، **آر، ایس، ایس**

اپنا کتنا بڑا فرض، سمجھ کر، کتنی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ، یہ خدمت، انجام دیتی رہتی ہے۔

شری، اٹل بہاری واجپئی ہوں کہ، شری، ایل کے اڈوانی۔ شری، مُرلی منوہر جوشی ہوں کہ شری، ونکیا نائیڈو۔

شری، پَرمود مہاجن ہوں کہ شری، کلیان سنگھ۔ **ان سب کی روح ''آر، ایس، ایس'' ہے۔**

جس کا، یہ خود، بار بار، اظہار واعلان کر چکے ہیں۔

اب، ظاہر ہے کہ آر، ایس، ایس نظریات کی حامی ومبلغ اور اس کی سیاسی پارٹی

بھاجپا (سابقہ جن سنگھ) مسلم ووٹ، کیسے، اور کس بنیاد پر، حاصل کر سکتی ہے؟

یہ، اسے بھی معلوم ہے، اور مسلمانوں کو بھی، اچھی طرح، معلوم ہے۔

تو پھر، ووٹ کی اپیل کو، ایک نمائش اور سیاسی حربہ کے سوا، اور کیا سمجھا اور کہا جا سکتا ہے؟

بھاجپا کا، یہ کہنا کہ: مسلمان، سیکولر کہی جانے والی پارٹیوں کے اِس پروپیگنڈہ کا شکار، نہ ہوں کہ:

بھاجپا، فرقہ پرست اور مسلم دشمن پارٹی ہے۔

یہ کتنی بے وزن اور مضحکہ خیز بات ہے۔ سیکولر پارٹیوں کے پروپیگنڈہ کو، مسلمان اور بھاجپا

دونوں، طاق پر، رکھیں، **اور خود، یہ فیصلہ کریں کہ بھاجپا کیا ہے؟**

تو، اپنے خیالات ونظریات ہی نہیں، بلکہ، اپنے عمل اور رَوَیّہ کی بنیاد پر بھی، دودو چار کی طرح، واضح ہوجائے گا کہ:
بھاجپا، واقعی، ایک فرقہ پرست پارٹی ہے۔ اور اگر، وہ، فرقہ پرستی کی ڈگر سے، ذرا بھی، دور ہٹنے لگے
تو اس کا ''ہندوتوا ووٹ'' اپنے آپ کھسکنے لگے گا۔ جسے، اس نے کافی محنت سے اب تک، جمع کر رکھا ہے۔

اس فرقہ پرستی سے بھاجپا، اُس وقت تک، دور نہیں ہوسکتی۔

جب تک، اس کی لگام ''آر، ایس، ایس'' کے ہاتھ میں ہے۔

اور ''آر، ایس، ایس'' کو، ہرگز، یہ گوارا نہیں ہوسکتا کہ:

بھاجپا، اُس کے طے کردہ خطوط واصول سے، ایک اِنچ بھی، اِدھر اُدھر، ہٹنے کی کوشش کرے۔

جیسا کہ پچیس (۲۵) سال پہلے، جنتا پارٹی کے دَور میں، اس کا عملی نمونہ، پورے ملک کے سامنے آچکا ہے کہ:
آر، ایس، ایس سے وفاداری نبھاتے ہوئے، آر، ایس، ایس حامی لیڈروں نے
حکمراں جنتا پارٹی سے قطعِ تعلق، کرلیا۔ اور اِس وقت بھی حال، یہ ہے کہ:
بھاجپا، کچھ، ہلنے ڈولنے لگے تو، **آر، ایس، ایس کی طرف سے فوراً لگام، کس دی جاتی ہے۔**

اور، ابھی تک کی حقیقت، یہی ہے کہ:

آر، ایس، ایس کے اثر سے، خود کو آزاد کرلینا، بھاجپا کے بَس کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ:

بھاجپا کے جسم میں، آر، ایس، ایس کی نظریاتی روح، کارفرما ہے۔ جو، ہندوراشٹر کی علم بَردار ہے۔

اور، جسے، اسلام اور مسلمانانِ ہند سے، اندرونی بغض ونفرت وعداوت ہے۔

ہاں! کچھ نئے ووٹ پانے، یا۔ کرسیِ اِقتدار تک پہنچنے، یا۔ اسے برقرار رکھنے کے لئے، حکمتِ عملی کے
طور پر، بھاجپا کو، آر، ایس، ایس کی طرف سے، بعض اُمور ومعاملات میں، وقتی رعایت اور چھوٹ، مل جاتی ہے۔

جس کا نمونہ، بھاجپا کی موجودہ مرکزی حکومت ہے۔

جو، این، ڈی، اے (نیشنل ڈیموکریٹک الائنس) کے نام سے، اب تک، چل رہی ہے۔

یونیفارم سِول کوڈ، رام مندر، دفعہ ۳۷۰ کی مانگ، اس نے صرف، ملتوی کی ہے۔ اسے ختم نہیں کیا ہے۔

لیکن! اپنے اِس وعدہ ومعاہدہ پر بھی، بھاجپا، قائم، نہ رہ سکی۔

این، ڈی، اے حکومت کے ابتدائی سال، دوسال تک، اس نے خاموشی برتی۔

پھر، اپنے بال وپر، اس نے پھڑ پھڑانا، شروع کیا اور ڈھکے چھپے الفاظ وانداز میں
اس نے وہ، سب کچھ کہا اور کیا، جسے وہ، پہلے سے کہتی اور کرتی چلی آرہی ہے۔

کرسیِ وزارت، باقی رکھنے کی لالچ میں حلیف پارٹیاں، آخری سالوں میں، بے سُدھ، پڑی رہیں۔
اور ایسا لگا کہ **اندر سے، ان کے اِحتجاجی جذبہ کو، مار مار کر، بے دَم، کردیا گیا ہے۔**

لکھنؤ سے دہلی تک کی بھاجپائی حکومت کی اصول پرستی اور نظم وضبط کے دعویٰ کا
پورے ملک کو، عجیب وغریب تجربہ ہوا۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ: سیاسی پارٹیاں، عام طور پر، کتنی بے اصول وبدعنوان اور موقع پرست ہوتی ہیں۔

لیکن! کئی سال سے جاری تجربہ، بتا رہا ہے کہ:

اس میدان میں بھاجپا نے، سبھی سیاسی پارٹیوں کو، کافی پیچھے، چھوڑ دیا ہے۔

سازش، منافقت، بدعنوانی اور دوہرے کردار میں بھاجپا کا اِس وقت، پورے ملک میں، کوئی جواب نہیں۔

اِقتدار کی کرسی ملتے ہی، اس نے اپنے بیان کردہ سبھی سیاسی اخلاق واصول کا جنازہ، نکال دیا۔

سیکولر کہی جانے والی سیاسی پارٹیوں کا سیکولرازم بھی ایک ڈھکوسلہ، بن کر رہ گیا ہے۔ تاہم، ان پارٹیوں
نے اپنی بنیاد، نفرت اور ''ہندوتوا'' کو، نہیں بنایا ہے، نہ ان کی عمارت، مسلم دشمنی کی بنیاد پہ قائم ہے۔
اور نہ ہی، یہ ہندوراشٹر کا نعرہ، لگاتی ہیں۔ **ان کے اندر، سیاسی اچھائیاں برائیاں، سب کچھ ہیں۔**
مسلمانوں کے ساتھ، عَملاً، یہ بھی، مساوات اور انصاف سے کام نہیں لیتی ہیں۔
اس کے باوجود، ان پارٹیوں، اور ہر اہم موڑ، اور، ہر انقلاب کے وقت، **ملک کے مجموعی سیاسی دھارے**
کے ساتھ، **ہندوستانی مسلمان، جُڑے، رہے۔**

کانگریس، جنتا پارٹی، جنتا دل، نیشنل فرنٹ، یونائیٹڈ فرنٹ، وغیرہ کی تاریخ، اس کی گواہ ہے۔

یہ سبھی پارٹیاں، اِس اعتبار سے مکمل ہندو ہیں کہ:

ان کی ہی اکثریت وغلبہ، ان سب کے اندر ہے۔ چھوٹے بڑے ہندو لیڈروں ہی کا، ان پر، اثر ہے
اور، وہی، اپنی اپنی پارٹیوں کے عہدہ دار وممبر، نامزد کرتے ہیں۔

وہی، اسمبلی وپارلیمنٹ کا ٹکٹ، اپنی پسند کے مطابق، تقسیم کرتے ہیں۔

وہی، زیادہ مفادات ومراعات، پاتے ہیں۔ انھیں کا، بول بالا، رہتا ہے۔

مسلم لیڈروں کی حیثیت، ضِمنی اور ذَیلی ہوتی ہے۔ انہیں، کبھی اُبھرنے اور جَڑ، جمانے کا کوئی موقع
نہیں دیا جاتا۔ **عام مسلمان، بے شمار سیاسی وسرکاری فوائد سے محروم اور دور، رکھے جاتے ہیں۔**

اس کے باوجود، ہر صوبے میں، انہیں، ہر الیکشن کے دَوران، مسلم ووٹ، ملتا رہتا ہے۔

جب کہ، بھاجپا سے مسلمان، قومی لحاظ سے، ہمیشہ، کوسوں دور، رہتے ہیں۔

اس کی وجہ، صاف، ظاہر ہے۔

یہ مسلمانوں کے نہیں، بلکہ بھاجپا قیادت کے غور وفکر کا مسئلہ ہے۔

اور سوال، یہ ہے کہ آخر، **جب، سبھی ہندو پارٹیوں کو، مسلم ووٹ، ملتا ہے، تو بھاجپا کو، کیوں نہیں ملتا؟**

بھاجپا، سوچے بھی کیوں؟ آر، ایس، ایس سے نظریاتی وابستگی ووفاداری کے تحت

جن سنگھ سے بھاجپا تک کی سوچی سمجھی آئیڈیالوجی اور پالیسی ہی، یہی رہی ہے کہ:

مسلمانوں کے خلاف، ہندوؤں کے دل میں نفرت کی آگ بھڑکاؤ۔ اسلام اور مسلمانوں پر، ہر وقت حملے کرو۔ تاکہ ہندو ووٹ بنک، مضبوط ہو۔ اوراس کی حمایت سے بھاجپا کے لئے الیکشن جیتنے

اور ہندوتو اوہندوراشٹر کی راہ، ہموار کرنے میں، زیادہ سے زیادہ، آسانی پیدا ہو۔

محض، دِکھاوے کے طور پر، کبھی کبھی، مسلمانوں کو، اپنی پارٹی کی طرف آنے کی دعوت دیتے رہو۔

تاکہ، دنیا کی آنکھوں میں، دھول، جھونکنے کا موقع، ملتا رہے کہ:

ہم، مسلمانوں کو، قریب کرنے کی بار بار کوشش کرتے ہیں۔ مگر، وہ، خود ہی، ہم سے، دور بھاگتے ہیں۔

ہم، سب کو ساتھ لے کر، چلنا چاہتے ہیں۔ مگر، مسلمان، ہماری آواز پر، کان، نہیں، دَھرتے۔

ہم، جمہوریت پسند ہیں۔ سارے ہندوستانیوں کو، اپنے ساتھ، ملاکر رکھنا چاہتے ہیں۔

مگر، مسلمان، ہماری مخالفت پر، بلا وجہ، آمادہ، رہتے ہیں۔"

بھاجپا کی قیادت میں چلنے والی این ڈی اے حکومت کو، کئی سال کا، ایسا وقت ملا کہ:

وہ، اپنی شبیہ کو، درست کر سکتی تھی۔ مسلمانوں کی تعلیمی وتجارتی پسماندگی، دور کرنے کے لئے مناسب اِقدامات، کر سکتی تھی۔ اوراس کی حلیف پارٹیاں، جو، سیکولرازم کی دعویدار ہیں، وہ، بھی، اس کا ساتھ، دیتیں۔

مگر، اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ جس کا سیدھا مطلب، یہ ہوا کہ:

بھاجپا، اپوزیشن پارٹی ہو، یا۔ رولنگ پارٹی (Ruling Party) ہو۔

اُس کا نظریہ اور، رَوَیَّہ، مسلمانوں کے تعلق سے، ہر حال میں، یکساں، رہے گا۔

وہ، اپنے اِقدامات سے، اپنے سابقہ کردار کی صفائی، اس طرح، دے سکتی تھی کہ:

سیکولر پارٹیاں، مسلمانوں کے لئے محض، زبانی جمع خرچ کرتی ہیں۔ اور ہم، ان کے لئے صرف، باتیں نہیں کرتے، **بلکہ عمل کر کے، دکھا رہے ہیں کہ، ان سے ہمیں، کوئی دشمنی نہیں۔**

ہم، ان کی صحیح معنوں میں ترقی وخوش حالی چاہتے ہیں۔ اور ہم ہی، ان کے سچے ہمدرد اور خیرخواہ ہیں۔

مگر، اس نے اپنی پانچ چھ سالہ مدتِ حکمرانی میں ایسا کوئی قابلِ ذکر کام، نہیں کیا۔

جس کی بنیاد پر، وہ، مسلمانوں سے، ووٹ مانگ سکے۔

یہاں، میں، دو اخباری بیانات نقل کر دینا، مناسب سمجھتا ہوں۔ جنھیں، مسلم کنونشن اتر پردیش نے جاری کیا ہے۔ ان بیانات کے آئینے میں، مسلم رائے عامّہ کا چہرہ، اچھی طرح، دیکھا جاسکتا ہے:

لکھنؤ۔ ۱۸؍ مارچ ۲۰۰۴ء۔

بھاجپا سے مل کر، مرکز میں حکومت، بنانے اور پھر، اس سے انتخابی سمجھوتہ کر کے، پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء کی تیاری کرنے والی سیاسی پارٹیاں، اب اپنی عوامی بنیاد اور اپنے ووٹروں کی حمایت سے محروم، ہو چکی ہیں۔

دفعہ ۳۷۰، رام مندر اور یونیفارم سِول کوڈ، جیسے دو چار، خود ساختہ مُدّوں کو، ملتوی کرنے کا جھانسہ دینے والی

بھارتیہ جنتا پارٹی، اپنے آر، ایس، ایس نظریات کو، ملک بھر میں، رائج ونافذ کرنے

اور ہندوراشٹر کی منزل تک، پہنچنے کے لئے، تیزی کے ساتھ، پیش قدمی، کر رہی ہے۔

جس کا، وِشو ہندو پَریشد نے، اپنے بارہ (۱۲) نِکاتی ایجنڈہ میں وضاحت سے، اعلان بھی کر دیا ہے۔

سنگھ پریوار کی اِس حکمتِ عملی کو، ہندوستان کے سیکولر اور امن دوست عوام، اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔

اور، بھاجپا جیسی فرقہ پرست ومسلم دشمن پارٹی کو، وہ، کسی قیمت پر، قبول نہیں کر سکتے۔

۱۷؍ مارچ (۲۰۰۴ء) کو، مسلم کنونشن، یوپی کی، لکھنؤ میں ہونے والی ایک میٹنگ کے بعد، آج، اخبارات کے لئے جاری ایک بیان میں، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا محمد اقبال قادری، مولانا محمد ادریس بستوی اور مولانا غلام عبدالقادر علوی، فاؤنڈر ممبران مسلم کنونش نے، اِن خیالات کا اظہار کیا۔

ان حضرات نے، بھاجپا کی طرف سے مسلمانوں کو، رِجھانے اور وَرغلانے کی مُہم کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: **اس میں، اسے، کوئی کامیابی ملنے والی نہیں ہے۔**

مسلمان، بھاجپا کو، اُس وقت تک، قابلِ توجہ نہیں سمجھیں گے، جب تک کہ

وہ، آر، ایس، ایس سے اپنی وابستگی اور وفاداری، مکمل طور پر، ختم، نہ کر لے۔

اور، اس کا بظاہر، کوئی اِمکان نہیں کہ، بھاجپا، آر، ایس، ایس سے اپنی نظریاتی وابستگی، منقطع کر سکے۔

کیوں کہ: ایمرجنسی کے بعد، ۱۹۷۷ء میں، جنتا پارٹی کے اندر، ضم ہو جانے والی جن سنگھ نے

جنتا پارٹی، یا۔ آر، ایس، ایس میں سے کسی ایک کی رُکنیت ووفاداری کے سوال پر

جنتا پارٹی کو، چھوڑ کر، بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام سے، اپنی ایک الگ پارٹی، بنالی۔

اور پھر، ۱۹۸۰ء کے پارلیمانی الیکشن میں تنہا حصہ لیا۔ مگر، آر، ایس، ایس کو چھوڑنا، گوارا نہیں کیا۔

اپنے، اسی موقف پر، بھاجپا، آج بھی، قائم اور اٹل ہے۔ اور آر، ایس، ایس کی سیاسی شاخ، بن کر

اپنی حکومت واِقتدار کے ذریعہ، ملک کے کونے کونے میں، آر، ایس، ایس کی جڑیں، مضبوط کر رہی ہے۔

مسلم کنونشن، یوپی کے، اِن قائدین نے، یہ بھی کہا کہ:

چندگم نام، یا۔ بدنام قسم کے مسلمانوں کو بھاجپا، جس طرح، میڈیا کے اندر، اُچھال کر

یہ تأثر، دینا چاہ رہی ہے کہ: مسلمان، بھاجپا کے قریب آرہے ہیں۔

اس سے، اسے کوئی فائدہ نہیں، بلکہ نقصان ہی ہوگا۔ جو، الیکشن ۲۰۰۴ء کے نتائج سے، ظاہر ہو جائے گا۔

ملک دوست اور امن پسند ہندوستانی عوام کو، وِکاس (ترقی) کے نعرے سے، بھاجپا، گمراہ نہیں کر سکتی۔

اس مکھوٹہ کے پسِ پردہ، ''ہندوتوا'' کے چہرہ کو، وہ، صاف طور سے، دیکھ رہے ہیں۔

اس لئے نفرت و فرقہ پرستی پھیلانے والی بھاجپا کو، وہ، اس الیکشن میں سبق سکھا کر

مرکز میں اپنی پسند کی جمہوری و سیکولر حکومت، قائم کریں گے۔ **اور ملک کی ترقی و نیک نامی میں اضافہ کریں گے۔**

اس کا، ہمیں، کافی حد تک، یقین ہے۔ اور اسی کی ہم، اپنے عوام سے اپیل بھی کر رہے ہیں۔''

(روزنامہ، **راشٹریہ سہارا، لکھنؤ**، دہلی۔ ۱۹، ۲۰/ مارچ ۲۰۰۴ء)

لکھنؤ۔ ۲۰/ مارچ ۲۰۰۴ء۔

سیاسی میدانِ عمل میں سرگرم، سبھی پارٹیاں، اِس اعتبار سے، ہندو ہیں کہ:

ان کی لیڈرشپ، ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ اور مکمل طور پر، انہیں کا، اِن پارٹیوں پر، غلبہ ہے۔

اس کے باوجود، کم و بیش، **ان ساری، سیاسی پارٹیوں کو، مسلم ووٹ، ملتا رہتا ہے۔**

صرف، بھاجپا، ایک ایسی پارٹی ہے، جسے مسلمان، قومی اور مجموعی حیثیت سے، ووٹ نہیں دیتے۔

آخر! اس کا بنیادی سبب کیا ہے؟ اس پہلو سے بھاجپا لیڈرشپ، کبھی، غور کیوں نہیں کرتی ہے؟

مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا محمد اقبال قادری، مولانا غلام عبد القادر علوی اور مولانا محمد ادریس بستوی

فاؤنڈر ممبران مسلم کنونشن اتر پردیش نے اپنے ایک مشترکہ اخباری بیان کے ذریعہ

بھاجپا لیڈرشِپ سے، یہ سوال کیا ہے۔ اور بھاجپا کے اِس الزام پر، کہ:

سیکولر پارٹیاں، مسلم سماج کو، بھاجپا سے بَھڑکا کر، اسے اپنا ''ووٹ بنک'' بنائے ہوئے ہیں۔

جب کہ ہم، اسے تحفظ و ترقی اور انصاف دینے کے لئے، تیار ہیں۔''

اِن قائدینِ مسلم کنونشن (یو پی) نے بھاجپا سے، یہ سوال کیا ہے کہ:

اتر پردیش و مدھیہ پردیش و راجستھان و مہاراشٹر و گجرات کی، اُس کی صوبائی بھاجپائی حکومتوں اور پھر، مرکز میں برسرِ اقتدار بھاجپا نے مسلمانوں کی تعلیمی و تجارتی اور معاشی ترقی و خوش حالی کے لئے اب تک

کیا قدم اٹھایا ہے؟ اور صوبہ و مرکز کے کس شعبہ و محکمہ میں مسلمانوں کو، کتنے فی صد حصہ داری، دی ہے؟

اگر، اس نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ بھی، مثبت کام کیا ہے

تو اُسے، ملک کے سامنے، پیش کیوں نہیں کرتی ہے؟

پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء سے پہلے، جن سیاسی پارٹیوں نے موقع پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے بھاجپا سے ہاتھ ملا کر، اسے مرکزی حکومت کی باگ ڈور، سونپ دیا۔

اور اِس الیکشن کے بعد، جن پارٹیوں کے سلسلہ میں اندیشہ ہے کہ وہ، بھاجپا سے، نیا گٹھ جوڑ کر کے

اسے مرکزی حکومت، دوبارہ حوالہ کر دیں گی، اُن سبھی پارٹیوں سے خبردار، اور چوکنّا، رہنے کی، اِن قائدین نے اپیل کی ہے۔

بھاجپا اور اس کی موجودہ، یا۔ متوقع حلیف پارٹیوں کو، شکستِ فاش دے کر، مرکز میں ایک جمہوری و سیکولر حکومت، قائم کرنے کے لئے، **بیدار مغز و باشعور عوام کو، بہت سوچ سمجھ کر، مناسب فیصلہ**

اور اپنے ووٹ کا صحیح استعمال، کرنا چاہیے۔''

(روزنامہ، راشٹریہ سہارا، لکھنؤ، دہلی۔ ۲۱، ۲۲/ مارچ ۲۰۰۴ء)

کچھ لوگ، یہ سوچتے اور کہتے بھی ہیں کہ:

اگر، مسلمان، بڑی تعداد میں، بھاجپا کے اندر، شامل ہو جائیں، تو، اس کا اثر، پوری پارٹی کے خیالات پر خاطر خواہ، پڑ سکتا ہے۔ کیوں کہ ان کی موجودگی میں، کوئی مسلم مخالف رَوَیَّہ، پارٹی کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔

میرے خیال میں، ان کی، یہ سوچ، بڑی سادگی و سادہ لوحی، اور، نا تجربہ کاری پر، مبنی ہے۔

جس کے، مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

(۱) آر، ایس، ایس، اِس حد تک، تو، گوارا کر سکتی ہے کہ بَہلا پُھسلا کر

کچھ مسلم ووٹ، بھاجپا، حاصل کر لے۔ لیکن! اس کی اجازت، وہ، ہرگز، نہیں دے گی کہ:

بھاجپا کے بنیادی خیالات و نظریات پر، اس ووٹ کا، کوئی اثر، پڑ سکے۔

(۲) انتہا پسند ہندو ووٹ بنک، بکھرنے، اور دوسری پارٹیوں کا، رُخ کرنے لگے گا۔

(۳) این، ڈی، اے میں شامل، یا۔ باہر سے، اسے حمایت دینے والی پارٹیوں کا، بھاجپا نے

ظاہری اثر، تو، قبول کیا۔ مگر، پسِ پردہ، اس نے اپنے خیالات و نظریات کے مطابق ہی، سارا کام کیا۔

اور اپنے آپ کو، مضبوط سے مضبوط تر، بنانے کی مُہم، جاری رکھی۔

(۴) سیاسی پارٹیوں سے گذشتہ سارے معاہدات و معاملات میں، جن سنگھ اور بھاجپا کا یہی کردار، رہا ہے **اور، پورے ملک کا، یہی تجربہ و مشاہدہ بھی ہے کہ:**

وہ، دوسری پارٹیوں پر ہی، اثر انداز ہوئی اور اپنے آپ کو، مضبوط کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔

بھاجپا نواز حلقے، مسلمانوں کو، وَرغلانے کے لئے، شری، اٹل بہاری، واجپئی کا چہرہ دکھاتے ہیں کہ، دیکھیے:

وہ، کتنے مُعتدِل اور لبرل (Liberal) ہیں کہ جنتا پارٹی کے دَور میں جب، وہ، وزیر خارجہ تھے **تو پاکستان آمد و رفت کی سہولت** کے لئے، انہوں نے ویزا اسسٹم، ازسَرِ نَو، شروع کیا، اور اس میں، کافی ڈھیل دی۔

وہ، پاکستان سے بہتر تعلقات، چاہتے ہیں

اِسی لئے انھوں نے وزیر اعظم کی حیثیت سے، لاہور بَس یاترا بھی کی۔''

بہتر تعلقات کی خواہش، بڑی اچھی اور ملکی مفاد کی بات ہے۔
مگر، کہا جاتا ہے کہ ۱۹۷۱ء میں، سُقوطِ ڈھاکہ کے بعد، جب، اُس وقت کی وزیراعظم، مسز اندرا گاندھی
پارلیمنٹ کے شروع ہونے والے پہلے سیشن میں پہنچیں، تو، پیلی ساڑی میں، ملبوس تھیں۔
یعنی، کچھ دیر کے لئے وہ، بھگوا، رنگ میں، رنگی ہوئی تھیں۔
اور شری، اٹل بہاری، واجپئی، انھیں، اس رنگ میں، رَنگا ہوا دیکھ کر، مچل اور کِھل اُٹھے۔
یہاں تک کہ، انھیں ''درگا دیوی'' بھی کہہ ڈالا۔
یہ ہیں، اندر کے جذبات، اور انھیں بنیادوں پر، آگے چل کر، ۱۹۷۷ء میں
واجپئی کے اندر، بہتر تعلقات کی خواہش، بیدار ہوئی کہ:
پاکستان، دونیم ہوجانے کے بعد، اب ہمارے لئے، کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے۔
اندرا، ہوں کہ واجپئی ۔مخصوص حالات میں، ایک مخصوص رنگ کے استعمال اور اس پر، اظہارِ مسرت
سے، ان کی ایک مخصوص ذہنیت کی، بڑی واضح عکاسی اور نمائندگی ہوجاتی ہے۔
سیاسی حلقوں میں، بہتر تعلقات کی کوشش کے بارے میں ایک تبصرہ، یہ بھی کیا جارہا ہے کہ:
پاکستان سے اچھے رشتے، بنانے کے لئے، جہاں، ایک طرف، امریکی دباؤ، کام کررہا ہے
وہیں، اس کے پیچھے، واجپئی کی ایک چھپی ہوئی دیرینہ خواہش، یہ بھی ہے کہ:
وہ، اس کے ذریعہ، امن کا ''نوبل پرائز''، حاصل کرلیں۔
جو، بالواسطہ، آر، ایس، ایس کے لئے بھی، ایک عالمی انعام اور بڑا، اِعزاز، ہوگا۔
ابھی، کتنے دن کی بات ہے کہ:
واجپئی نے، امریکہ میں، ایک ''ہندتوانواز تقریب'' میں، خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ:
''مَیں، سیوک سنگھی، پہلے ہوں۔اور، پردھان منتری، بعد میں ہوں۔''
اور، پورا ملک، یہ بھی جان رہا ہے کہ: واجپئی، علی الاعلان، یہ کہہ چکے ہیں کہ:
''آر، ایس، ایس، میری، روح ہے۔''
سیاسی حلقے، اکثر، یہ تبصرہ، کرتے رہتے ہیں کہ: واجپئی کے، کئی چہرے، اور کئی زبانیں، ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ، شری، گووِندآچاریہ نے، واجپئی کو 'مکھوٹہ'' کہا، اور کلیان سنگھ، سابق بھاجپائی چیف منسٹر
صوبہ اترپردیش جب، بھاجپا سے، واجپئی کی شخصی مخالفت کی وجہ سے، باغی ہوئے
تو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ، انھوں نے، دھمکی دی کہ:
''واجپئی کا ''مکھوٹہ''، اُتار کر، پھینک دوں گا۔''

واجپئی کے، دوہرے کردار ہی کے پیشِ نظر، انھیں، بیشتر لوگ، لال کرشن، اڈوانی سے
زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں کہ: ان کا چہرہ، دکھا کرہی، آج، مرکزی حکومت پر، سنگھ پریوار، قابض ہوگیا ہے۔
اور، انھیں کے چہرہ کی آڑ میں، این، ڈی، اے کی حلیف پارٹیوں کا شکار کیا گیا ہے۔
واجپئی کی شخصی نرم مزاجی، دراصل، آر، ایس، ایس نظریات کے، تابع ہے۔
آر، ایس، ایس بھی عموماً، بڑی سنجیدگی اور نرمی کے ساتھ، اپنے خیالات ونظریات کا اظہار کرتی ہے۔
اور بڑی منصوبہ بندی وحکمتِ عملی کے ساتھ، واجپئی، نصف صدی سے، اس کی آبیاری کررہے ہیں۔
آج کل، قومی کونسل اردو کو بھی، بھاجپا نواز حلقے، اُچھال رہے ہیں کہ، دیکھیے:
وزیر فروغِ انسانی وسائل، شری، مُرلی منوہر جوشی، سابق بھاجپا صدر نے کتنا بڑا کام کیا ہے کہ:
اس کونسل کا، سالانہ بجٹ، گیارہ کروڑ کردیا ہے۔اس کے پلیٹ فارم سے، اردوزبان کو، کافی فروغ مل رہا ہے۔
مدارس میں کمپیوٹر، لگ رہے ہیں ۔اس کونسل کے اپنے ہیڈ آفس کا، شری، جوشی نے
نئی دہلی میں سنگِ بنیاد، رکھ دیا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔
یہ مُرلی منوہر جوشی، وہی ہیں، جو، نئی دہلی میں ایک بار، صوبائی وُزَرائے تعلیم کی میٹنگ کا آغاز
وَندے ماترم سے کرانے کی تیاری کرچکے تھے۔
مگر، غیر بھاجپائی وُزَرائے تعلیم کی شدید مخالفت کی وجہ سے، ان کا منصوبہ، ناکام ہوگیا۔
جوشی کے اِس بڑے کارنامہ کی، سنگھی حلقوں میں بڑی پذیرائی کی جارہی ہے کہ:
انھوں نے اسکول وکالج و یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کو، ''بھگوا رنگ'' میں، رنگنے کی
اپنی مُہم میں، کافی حد تک، کامیابی، حاصل کرلی ہے۔
واجپئی ہوں کہ اڈوانی۔جوشی ہوں کہ نریندر مودی۔
ان سب کا مطمحِ نظر ایک، اور سب کی منزل بھی، ایک ہی ہے۔
کسی کا رُخ، کچھ نرم ہے۔کسی کا کچھ، گرم ہے۔
کوئی، بتدریج اور اطمینان سے، اپنا کام کرنا چاہتا ہے اور کسی کی طبیعت، عُجلت پسند، واقع ہے۔
لیکن! فطرت، سب کی یکساں ہے۔
کلیان سنگھ، اوما بھارتی، ونے کٹیار، اشوک سنگھل، گری راج کشور، پروین توگڑیا
سب کے دل، اندر سے، ایک ہیں۔
کلچرل نیشنل ازم، اور تہذیبی قومیت، بالفاظِ دیگر، نسلی جارحیت اور فاشزم کا زہر، سب کے اندر
بھرا ہوا ہے۔جس کا پہلا اور اصل نشانہ، مسلمان ہیں۔اس کے بعد، عیسائی، اور پھر، کمیونسٹ ہیں۔

سنگھ پریوار کے بیان اورلٹریچر، پکار پکار کر، اس کے، ان عزائم کا اظہار واعلان کر رہے ہیں۔

جس سے اگر، کوئی، اندھا بہرا، بنا رہے، یا۔ جان بوجھ کر، اسے سننا، دیکھنا، نہ چاہے، یا۔ دیکھ سن کر، اس سے **فریب کھانا چاہے، تو، اس کا، کسی کے پاس، کوئی علاج اور کوئی طریقۂ نجات، نہیں ہے۔**

آر، ایس، ایس کے دست و بازو کی حیثیت رکھنے والی انتہا پسند تنظیم ''وِشو ہندو پَریشد'' نے ایک بارہ نِکاتی ایجنڈا، تیار کیا ہے کہ جو پارٹی، اس کی حمایت کرے، اُسے ہی لوک سبھا الیکشن ۲۰۰۴ء میں، ہندو، اپنا ووٹ، دیں۔

اور، ظاہر ہے کہ بھاجپا کے سِوَا، وِشو ہندو پَریشد کی پسندیدہ پارٹی، اور کون ہو سکتی ہے؟

وِشو ہندو پَریشد کا مجوزہ ہندو ایجنڈہ، مختصر طور پر، حسبِ ذیل ہے:

(۱) ہندو دَھرم، ہندو کلچر، اور ہندو سوسائٹی کو، بچانے کے لئے ''**جہادی جارِحیت**'' اور خطرے کا خاتمہ۔

(۲) اجودھیا میں، رام جنم بھومی، ہندو سماج کو، منتقل کرنا۔ اور اس کی زمین، رام جنم بھومی نیاس کے حوالہ کرنا اور ایکوائر کے حکم کو، ختم کرنا۔ تحفظِ عبادت گاہ کے اسپیشل پرووِیژن ایکٹ ۱۹۹۱ء کو، منسوخ کرنا۔

(۳) گائے کو، قومی جانور، قرار دینا۔ گائے اور اس کی نسل کو، کسی بھی حالت میں، کاٹنے کو سنگین جُرم، قرار دینے والا قانون، بنانا۔ گائے کے تحفظ، فروغ اور پرورش کے لئے مرکز اور، ریاستوں میں علیحدہ وزارتیں، بنانا۔ اور پُر غذا، فطری اور حیات بخش دَہی، دودھ، نیز، زَرعی و اِقتصادی (فارمیسی سے متعلق سمیت) مقاصد **اور توانائی، پیدا کرنے کے لئے، گوبر اور پیشاب کے استعمال کو، ترقی دینا۔**

(۴) مندروں اور مَٹھوں کو، تحویل میں لینے، اور ان کی پراپرٹی کو، فروخت کرنے پر، پابندی۔

مندروں، مَٹھوں اور آشرموں کے اندر ہونے والی تمام مذہبی اور انتظامی و تعمیری سرگرمیوں کو **چیرٹیبل، تسلیم کرنا۔ اور، انھیں، اِنکم ٹیکس کی سہولت، دینا۔**

(۵) تیرتھ اَستھانوں، گنگا اور دیگر مقدس ندیوں کی صحیح دیکھ بھال، کرنا۔

(۶) **یونیفارم سِول کوڈ، نافذ کرنا۔** اقلیتوں کو، جو، تعلیمی و تہذیبی حقوق حاصل ہیں، ان کا دائرہ، ہندوؤں تک وسیع کرنا۔ **دَھارمِک شِکشا، سنسکرت، رامائن، مَہا بھارت اور تاریخ سے متعلق قدیم تحریروں کو، تعلیمی نصاب میں، شامل کرنا۔**

(۷) تبدیلیِ مذہب پر، پابندی لگانا۔ عیسائی اور مسلم تنظیموں اور اداروں کے ذریعہ، غیر ملکی اِمداد کے حصول اور خرچ پر، واضح کنٹرول کرنا۔ **درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کو، حاصل سہولتیں اُن لوگوں کو، نہ دینا، جو، اسلام، یا۔ عیسائیت، قبول کر لیں۔**

ہندو سَروِس اداروں اور خواندگی، مشنوں کو، دیے جانے والے چندوں کو، ٹیکس سے مستثنٰی، قرار دینا۔

(۸) آئین کے آرٹیکل ۳۷۰ کو، ختم کرنا۔ تمام مرکزی قوانین کا دائرہ، جموں و کشمیر تک، وسیع کرنا۔

کشمیری شرنارتھیوں کی بحفاظت باز آبادکاری اور ان کی پراپرٹی کی بحالی۔

(۹) تمام دَراندازوں کا، فوری اِخراج اور مستقبل میں دَراندازوں کے خلاف، مستحکم حفاظتی انتظامات۔

(۱۰) دوسرے ملکوں میں رہنے والے **غیر رہائش پذیر ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ۔**

(۱۱) تمام پَوِتر اَستھانوں اور قدیم معلوماتی نظام کا تحفظ اور تعمیرِ نَو و مرمت۔

(۱۲) گوشت کے ایکسپورٹ پر، مکمل پابندی۔ (وِشو ہندو پَریشد کے بارہ ایجنڈے)

اور، بتایا جا چکا ہے کہ: بھاجپا کے مخصوص نظریات اور اس کی اندرونی مسلم دشمنی بظاہر، نا قابلِ اصلاح، اور نا قابلِ تبدیل ہے۔

اگر، عام سیاسی پارٹی کی طرح، بھاجپا بھی، ایک ہندوستان گیر، یا۔ صوبائی پارٹی ہوتی تو، اُسے مسلمان، پہلے ہی سے، ووٹ اور سپورٹ دیتے رہتے۔ **جیسا کہ درجنوں دیگر سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ان کا پچپن (۵۵) سال سے، برابر، سیاسی رشتہ اور تعلق رہا ہے۔**

اور بھاجپا، واقعتاً، آر، ایس، ایس سے اپنا نظریاتی رشتہ، توڑ لے، تو، آج ہی سے مسلمان، اپنے سیاسی مفادات کے لحاظ سے، **جہاں اور جس حد تک، مناسب سمجھیں گے، اسے بھی، ووٹ دینے لگیں گے۔**

لیکن! صرف، دفعہ ۳۷۰، یونیفارم سِول کوڈ اور رام مندر تعمیر کے ملتوی و مؤخَّر کیے جانے کی تدبیر سے بھاجپا، مسلمانوں کا، کبھی، شکار نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ:

وہ، سیاسی پارٹیاں، اس کا شکار ہوئی ہیں، جن کی مدد سے، آج، مرکز پر، بھاجپا کی حکومت ہے۔

یہ تو، بالکل، ایسا ہی معاملہ ہے، جیسے، کوئی شخص، کسی سے کہے کہ:

مجھے کھلا پلا کر، صحت مند، اور مضبوط و توانا، کر دو۔ ابھی تو، میں، تمھیں، کچھ نہیں کہوں گا۔

البتہ، پانچ سال کے بعد، یا۔ مناسب حالات، پیدا ہونے کے بعد، تمہاری، اچھی طرح، خبر لوں گا۔''

تو کیا، کوئی بھی عاقل و دانا شخص، اِس پنچ سالہ، یا۔ کچھ مزید رخصت و رعایت کو، قبول کرتے ہوئے یا۔ اس کا نمائشی و عارضی فائدہ، حاصل کرتے ہوئے

اپنی مستقل ذِلّت و رُسوائی اور اپنی مذہبی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی موت کو، دعوت دینے کی، حماقت کر سکتا ہے؟

بھاجپا کے اندر، اگر، سیاسی اَقدار و اُصول کا، کچھ بھی، پاس و لحاظ ہے، تو، وہ، بتائے کہ:

اپنے دَورِ حکومت میں، اس نے مسلمانوں کو، کیا دیا ہے؟

اور، اگر، اس کے خیال کے مطابق، مسلمان، قومی دھارے میں شامل نہیں ہیں

تو اس نے **انھیں، قومی دھارے (مین اسٹریم) میں، شامل کرنے کی، کون سی کوشش کی ہے؟ جس سے وہ ملکی و عوامی دھارے میں برابر شامل رہیں، جہاں، تعلیم و تجارت و ملازمت وغیرہ میں سب کے ساتھ، انصاف ہوتا رہے؟**

تعلیم وتجارت اور ملازمت میں، اس نے مسلمانوں کو، کون سی، اور کہاں کہاں، کتنی حصہ داری، دی ہے؟
سب کو، ساتھ لے کر، چلنے کے، اپنے دعویٰ کو، اس نے سچ، ثابت کر دِکھانے کے لئے
کون سا عملی قدم، اٹھایا ہے؟
اس نے کس محکمہ اور کس شعبۂ حکومت کے اندر، کتنے فی صد نمائندگی وترقی، مسلمانوں کو، دی ہے؟
ہم تو، ایک زمانہ سے، یہ دیکھ رہے ہیں کہ:
سنگھ پریوار، کبھی، ایک دَھرم، ایک زبان، ایک تہذیب، ایک قوم اور ایک ملک کا نعرہ، لگاتا ہے۔
کبھی، اَکھنڈ بھارت کا جوش، اپنے وَرکروں کے اندر، پیدا کرتا ہے۔
کبھی، کہتا ہے کہ: بھارت میں گر، رہنا ہوگا، وَندے ماترم کہنا ہوگا۔
کبھی، غلامی کی یادگاریں، مٹانے کی باتیں کرتا ہے۔
کبھی، کہتا ہے کہ: سوگندھ، رام کی، کھاتے ہیں۔ مندر، وہیں، بنائیں گے۔
کبھی، سرکاری پُشت پناہی میں، گجراتی مسلمانوں کا قتلِ عام (۲۰۰۲ء) کر کے
ملک بھر میں، گجرات فارمولہ، دُہرانے کی، دھمکی دیتا ہے۔
کبھی، مسلمانوں کو ''بابر کی اولاد'' اور، ''دیش دروہی''، کہتا پھرتا ہے۔
کبھی، مسلمانوں کی مسجدوں، مدرسوں، اور قبرستانوں کے معاملات
اور کہیں کہیں، ان کی زمینوں کے ساتھ، چھیڑ چھاڑ کرنے میں، پیش پیش، رہتا ہے۔
کبھی، مسلمانوں کے سیاسی مفاد پر، ضرب لگانے کی سازش اور کوشش کرتا ہے۔
کبھی، اردو زبان کے خلاف، زہر افشانی کرتے ہوئے، اسے ''ودیشی زبان''، کہتا ہے۔
اور کبھی، اپنے سیاسی مفاد کے لئے ''بھوج شالہ'' (مدھیہ پردیش) جیسے، نئے نئے شوشے کو، ہوا دیتا ہے۔
وہ، ذبیحۂ گاؤ پر، ایک طرف، پابندی، لگانے کی بات کرتا ہے، اور، دوسری جانب، خود، اسی کے آدمی
اپنی گئو ماتا کو، داؤ پر لگاتے اور اس کی چربی، چمڑا کی خرید وفروخت میں نمبر ایک پر، نظر آتے ہیں۔
کیا، مسلمانوں کو بھی، اس نے خرید وفروخت کی چیز اور سامانِ تجارت، سمجھ رکھا ہے کہ:
مسلمان، اس کی لالچ، یا۔ دھمکی میں آ کر، اسے اپنا ووٹ، دینے لگیں گے؟
آر، ایس، ایس نظریات سے بے خبر، یا۔ شاطِر قسم کے لوگ
وقتاً فوقتاً، یہ مشورہ، مسلمانوں کو، دیتے رہتے ہیں کہ:
ساری پارٹیوں کو، آزما کر، مسلمان، دیکھ چکے ہیں۔
لگ بھگ، یکساں رَوَیَّہ، ساری پارٹیوں کا ہوتا ہے۔ ساری پارٹیاں، مسلمانوں سے

لمبے چوڑے، وعدے کرتی ہیں۔ لیکن! کوئی بھی پارٹی، مسلمانوں کے سلسلے میں سنجیدہ، نہیں ہے۔
ایسے حالات میں، کیوں، نہ ایک بار، بھاجپا کو بھی، آزما لیا جائے؟
بھاجپا، جب تک، سنٹر میں برسرِ اِقتدار، نہیں آئی تھی
اُس وقت تک، کچھ سیاسی حلقوں میں اِسی طرح کا، یہ بھی، ایک خیال، پایا جاتا تھا کہ:
بھاجپا، اگرچہ، فرقہ پرست ہے۔ لیکن، اسے اگر، کبھی حکومت کرنے کا موقع مل جائے گا
تو اچھی کارکرگی کا مظاہرہ، کرے گی۔
مگر، پانچ چھ سالوں کے تلخ تجربات نے، ثابت کر دیا کہ:
رشوت خوری، کرپشن، گھوٹالہ کا، گراف، پہلے سے کافی، بڑھا ہوا ہے۔
اور ملک دوستی واصول پرستی وترقی واستحکام کے سارے بھاجپائی دعوے، خواب وسَراب، ثابت ہوئے۔
کچھ، ایسا ہی معاملہ، مسلمانوں کے تعلق سے، مذکورہ بالا مشورہ کا بھی ہے۔
مسلمانوں کو، یہ پارٹی، جس نظر سے، دس سال پہلے، دیکھتی تھی، اُسی نظر سے، آج بھی دیکھتی ہے،
اور، دس سال کے بعد بھی، دیکھے گی۔
آر، ایس، ایس کی سیاسی تنظیم ہونے کے ناطے، اسے بنیادی طور پر، وہی لائن لینی، اور وہی کام کرنا
ضروری ہے جس سے اسلام اور مسلمان کو، نقصان پہنچانے کی، اس کی دیرینہ خواہش کی تکمیل
اور ''بابر کی اولاد'' کو، ذلیل ورُسوا کر کے، اس کے انتقامی جذبہ کی تسکین، ہو سکے۔
جس کا عملی نمونہ، ''اجودھیا سے گجرات تک''، پیش کیا جا چکا ہے۔
اور آر، ایس، ایس کے ہزاروں شِشو مندروں، وِدّیا مندروں میں زیرِ تعلیم، چھوٹے چھوٹے بچوں کے
ذہن میں، مسلمانوں کے خلاف، زہر اُگلتے رہنے کا سلسلہ، دراز کر کے، کالج ویونیورسٹی کے نوجوان طلبہ تک پہنچانے
کے لئے ''نصابِ تعلیم کے بھگوا کرن'' کا آغاز، اِس بھاجپائی قیادت والی، این، ڈی، اے گورنمنٹ ہی میں، ہو چکا ہے۔
مَیں، سمجھتا ہوں کہ: بھاجپا، اِس غلط فہمی، یا۔ خوش فہمی میں، ہرگز نہیں ہے کہ:
دو چار مفاد پرست، اور، رَاندۂ درگاہ قسم کے مسلم نُما چہرے، دکھا کر
وہ، مسلم ووٹ کے اندر، کوئی نقب زنی، کر سکتی ہے؟
اور، یقیناً، اسے، یہ بھی معلوم ہے کہ:
آر، ایس، ایس سے نظریاتی وابستگی ہی، مسلم ووٹ کی دوری کا، اصل سبب ہے۔
بھاجپا کا اپنا طے شدہ فیصلہ ہے کہ:
آر، ایس، ایس سے، ہمیں، فکری ونظریاتی غذا ملی ہے اور اسی کے صدقہ میں، ہمارا ہندو ووٹ بنک

بھی ہمیں، ہر قدم پر، سیاسی ترقی اور طاقت سے ہم کنار کر رہا ہے۔ اور ہم، اس کے ''اَٹوٹ اَنگ'' ہیں۔
اِس لئے ہم، اس سے، کبھی، الگ نہیں، ہو پائیں گے۔
اور مسلمان بھی، اِس حقیقت کو، بخوبی، جانتے اور سمجھتے ہیں کہ:
ہماری جڑ میں گرم، اور ہماری دو ایک شاخوں، بلکہ چند پتیوں پر، ٹھنڈے پانی کا چھڑکاؤ ہی بھاجپا کی شاطِرانہ پالیسی ہے۔ تو پھر، ایسی صورت میں:

کیا بنے بات، جہاں بات بنائے ، نہ بنے؟

ہاں! بات، بن سکتی ہے۔ اگر، بھاجپا، اپنی ''جنم داتا'' آر، ایس، ایس سے اپنا رشتہ، بِالکلّیہ، منقطع کر لے۔
اور، مسلم دشمن پالیسی، تَرک کر دے۔
پھر، مندرجہ ذیل نِکات پر، وہ، مسلمانوں سے معاہدہ اور سمجھوتہ کر لے۔
جس کے بعد، ہر سیاسی پارٹی کی طرح، اسے بھی مسلم ووٹ اور سپورٹ ملنے کا سلسلہ، شروع ہو جائے گا اور، ملک کی سیاسی تاریخ میں ایک انقلابِ عظیم، برپا ہو جائے گا۔
(۱) وطن سے محبت، اور اس کی سرحدوں کی حفاظت (۲) سماجی سکون و ہم آہنگی اور، پُر امن بقاے باہم (۳) انسانی اَقدار و رِوایات کا تحفظ (۴) ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے ساتھ، انصاف اور اس کے بنیادی حقوق میں عدمِ مداخلت (۵) ملک کی تعمیر و ترقی اور خوش حالی کی پیہم جدو جہد (۶) تعلیم، تجارت، ملازمت، اور اِقتدار وغیرہ میں، تناسبِ آبادی کے لحاظ سے، ہر ہندوستانی کی مُنصِفانہ شرکت اور مفادات میں، حسبِ اِستحقاق، مکمل حصہ داری۔
(۷) غُربت و جہالت، جَبر و ظلم، اور، رشوت و بدعنوانی کے خاتمہ کی کوشش۔
(۸) ۲۰۲۰ء تک، درخشاں و ترقی یافتہ ہندوستان کے تاریخ ساز منصوبہ کی تکمیل۔
بظاہر، اِس کا اِمکان، نظر نہیں آتا کہ:
''ہندوتوا''، اور، ''راشٹریتا'' کے نام پر، فاشزم و ہٹلرِزم کی وکالت کرنے والے عناصِر، کبھی، ایسا ہونے دیں گے۔
دور دور تک، اس کے آثار و قرائن، نظر نہیں آتے کہ:
جارِحانہ اور مسلم دشمن ذہنیت کے حامل افراد، کبھی ملک کے اندر
امن و امان کا صحیح ماحول، پیدا ہونے دیں گے۔
لیکن! بفرضِ محال، کبھی ایسا ہو جاتا ہے، تو، یہ، دنیا دیکھے گی کہ:
ہندوستانیوں کی امن پسندی و ملک دوستی اور ان کی ترقی و خوش حالی کو
قطب مینار کی رفعت و شوکت، اور تاج محل کا حُسن و جمال بھی تحیَّت و مبارک باد، پیش کرنے لگے گا۔
اور، لال قلعہ کی تاریخی فصیل، پارلیمنٹ کے ایوان، انڈیا گیٹ کے میدان

اور ہندوستان کے ہر کھیت کھلیان سے، صحیح معنوں میں، یہ نغمۂ وطن، گونجنے لگے گا کہ:

سارے جہاں سے اچھا، ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی ، یہ گلستاں ہمارا

(مطبوعہ ماہنامہ **کنزُ الایمان**، دہلی۔ شمارہ ربیعُ الاوَّل و ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ/مئی ۲۰۰۴ء۔ وص ۱۰۰۲ تا ص ۱۰۱۹۔ نقوشِ فکر، مطبوعہ دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔ وص ۴۸ تا ص ۶۴۔ ''تصوف اور سیاست''۔ مطبوعہ دہلی۔ طبعِ سوم، شعبان ۱۴۳۷ھ/مئی ۲۰۱۶ء)

○○○

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، قادری مسجد روڈ
ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
موبائل: 9350902937

مؤرخہ
۲۷/جمادیٰ الآخرہ ۱۴۳۷ء
۶/اپریل ۲۰۱۶ء